آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر　　اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

آج قلم اور دل دونوں ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں گریہ کناں ہیں جن کی عظمت اور کمالات کے معترف ''عالم اور مسٹر'' دونوں طبقے ہیں اور دونوں طبقے آپ کی عظیم' علمی' دینی اور ادبی خدمات سے زیر بار ہیں۔ موجودہ قحط الرجال میں ایسی ہردلعزیزی' محبوبیت اور وجاہت کسی کسی خوش نصیب کو ہی ملتی ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم نامور علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل رضا مرحوم کی تھی' جن کا انتقال طویل علالت کے بعد 30 دسمبر 2001ء بروز اتوار ہوا اور صوبہ سرحد اور خصوصاً اکوڑہ خٹک کی علمی سرزمین سے ایک ایسا روشن ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا جس کی کمی شاید کبھی پوری نہ ہوسکے اور جس نے اپنے پیچھے پوری علمی وادبی برادری کو غم میں ڈبو دیا۔

پروفیسر صاحب کی شخصیت کے اتنے پہلو اور خصوصیات ہیں کہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کہاں سے ان کے بارے میں شروع کروں اور کون سے پہلو کو مقدم کروں۔ اگر کسی کو قدیم وجدید کے علوم وفنون اور دین ودنیا دونوں سے مزین اور متصف شخصیت کو دیکھنا ہو تو انہیں پروفیسر صاحب کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور موجودہ علمی انحطاط کے دور میں آپ کی شخصیت پر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ پروفیسر صاحب کی جدائی سے یوں تو بہت سے لوگ اور ادارے محروم ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں سب سے زیادہ دارالعلوم حقانیہ متاثر ہوا ہے۔ جس کے ایک انتہائی مخلص ومشفق رفیقِ کار اور چاہنے والے ہمیشہ کیلئے جدا ہوگئے۔ پروفیسر صاحب مرحوم کا دارالعلوم حقانیہ کے موسس اور بانی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ جتنا گہرا عشق وتعلق تھا اس کا ادراک وتصور بھی مشکل ہے۔ اگر جائزہ لیا جائے تو حضرت شیخؒ کے چاہنے والوں' عقیدت مندوں اور مریدوں میں قیس کا مرتبہ شاید آپ ہی کے حصے میں آیا ہو۔ آپ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرید خاص بلکہ ''مجذوب'' تھے جیسا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ومرید خاص خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ تھے۔ وہی شاعرانہ طبیعت' تصوف اور روحانیت کے رنگ میں رنگے ہوئے اعلیٰ مناصب پر فائز اور بلند دنیاوی انعامات اور سندات سے بہرہ مند لیکن طبیعت میں خاکساری' عاجزی کا رنگ اپنے شیخ کی طرح سب سے زیادہ غالب رہا۔ زندگی میں تو پروفیسر صاحب ہمیشہ آپ کی مجلسوں میں اکثر شریک رہتے لیکن بعد از وفات تو آپ کے مزار پر حاضری اور وقت گزارنا گویا فرائض میں سے ہوگیا تھا۔ آپ ہر وقت فنافی الشیخ وفنافی العلم تھے۔ ہمارے خاندان اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ بھی آپ کی وہی محبت وعقیدت تھی۔ خاندان کے چھوٹے سے چھوٹے سے بچوں اور ہم جیسوں کی بھی وہ اس قدر عزت واحترام کرتے تھے کہ جس پر شرمندگی محسوس ہوتی۔ دورانِ گفتگو ہمیشہ ہلکی مسکان سے چہرہ سجا رہتا۔ موضوع سخن ہمیشہ حضرت کی زندگی رہتی یا پھر علمی دنیا کی باتیں ہوتیں۔ کتابوں پر تبصرہ ہوتا' شعروں ادب کا ذکر ہوتا' کبھی غیبت اور کسی کی برائی کرتے ہوئے انہیں نہیں سنا۔ اگلے وقتوں کے رکھ رکھاؤ اور وضع داری اور روایات کے حسین یادگار تھے۔ تعلیم کے حصول میں عمر کا بڑا حصہ گزار دیا لیکن ان کی علمی تشنگی بڑھتی رہی تقریباً چھ مضامین میں تو ایم اے کیا اور پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی امتیازی نمبروں سے حاصل کی۔ دینی علوم

سے بھی اچھی خاصی واقفیت انہیں حاصل تھی۔ عمر بھر تعلیمی اداروں میں بحیثیت معلم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کئی کالجوں کے پرنسپل وسرپرست بھی رہے۔ ان کی ساری زندگی علمی کارناموں سے پُر ہے۔ طویل عرصے سے کئی خطرناک بیماریوں کی زد میں تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ ہی اپنا قلم انہوں نے رکھا مرتے دم تک کئی تصانیف مکمل کرلیں جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی پشتو زبان میں مکمل سوانح عمری بھی شامل ہے۔ بیماری میں بھی ہمیشہ تسلیم ورضا کا پیغام آپ کے ہونٹوں پر رہتا۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی انہوں نے کسی مرض کی شکایت کی ہو۔ صبر وشکر کے ایسے پیکر کبھی کبھی خاک سے بنتے ہیں۔

آپ معروف ادیب، مورخ، شاعر، محقق، مصنف، سیرت نگار، افسانہ نویس اور فلسفی تھے۔ لیکن سیرت نگاری آپ کا پسندیدہ موضوع تھا اور اس مبارک موضوع پر آپ نے اس ذوق وشوق اور تحقیق سے لکھا کہ آپ کو مسلسل پانچ مرتبہ صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا اور آپ کی علمی وادبی خدمات اور 100 سے زائد تصانیف پر آپ کو تمغۂ امتیاز اعلیٰ حکومتی ایوارڈ بھی دیا گیا۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی علمی وتحقیقاتی ادارے نے اپنی International Directory of Distinguished Leadership میں ایشیا کی عظیم علمی شخصیات میں آپ کا نام گرامی بھی شامل کیا ہے۔ جو کہ یقیناً پاکستان اور اکوڑہ خٹک کے لئے قابل فخر بات ہے۔ اس کے علاوہ "What is Islam?" کے موضوع پر لندن میں ایک مضمون نگاری کا مقابلہ منعقد ہوا پوری دنیا کے دانشوروں میں آپ کا مقالہ پہلے نمبر پر آیا اور اس موقع پر بھی آپ کو بین الاقوامی ایوارڈ دیا گیا۔ اباسین آرٹس کونسل نے آپ کی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں پر آپ کو بارہ مرتبہ ایوارڈ دیا۔ آپ کی طبیعت ڈرامہ لکھنے کی طرف بھی مائل رہی اس میدان میں بھی ایسے اصلاحی اور سنجیدہ پشتو/اردو زبان میں ڈرامے میں تحریر کئے کہ اس میدان کے بڑے بڑے لکھنے والے بھی دنگ رہ گئے۔ پشتو زبان میں آپ نے چھ سو سے زائد نعتیں لکھیں۔ کئی اہم کتابوں کے پشتو زبان میں ترجمے بھی لکھے۔ اس کے علاوہ اکیڈمی ادبیات نے انسائیکلوپیڈیا میں پشتو ادب کا کام پروفیسر صاحب کے سپرد کیا تھا۔ آپ نے اس سلسلے میں 207 سالہ تاریخ میں چھ ہزار سے زائد کتابوں کو کھنگال لیا تھا اور اس میں سے علماءٔ اور مصنفین کا تفصیلی جائزہ لکھا جو آپ کی ایک بڑی علمی خدمت ہے۔

الغرض شاندار خدمات اور کامیابیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ اب ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ برزخی زندگی میں بھی اس عاشق رسول اور علماءٔ کے سچے پرستار کی نہ ختم ہونے والی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہوگا۔ اور اس اجڑی ہوئی دنیا کا یہ بلبل وہاں کے بہشتی گلستانوں میں سرورِ کائنات کی مدح سرائی اور نعت گوئی میں مصروف ہوگا۔ اے خلدِ بریں کے مسافر مردم خیز سرزمین اکوڑہ خٹک تجھے سلام کہتی ہے۔ سرحد اور اکوڑہ کی تاریخ ہمیشہ تجھ پر ناز کرے گی۔ ادارہ آپ کے لائق فرزندوں جناب ڈاکٹر ارشد رضا اور عارف رضا اور دیگر پسماندگان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔ اور خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے　　　　مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پروفیسر صاحبؒ کی تدفین کے بعد قبر پر سوگوار مجمع سے خطاب کرتے ہوئے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا

حقیقت میں پروفیسر صاحب بہت بڑے محقق، دانشور، علامہ بلکہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ کی خدمات بہت زیادہ ہیں علمی میدان میں آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نظم ونثر پر یکساں طور پر حاوی تھے۔ بالخصوص پشتو زبان اور پختونوں کی آپ نے بہت زیادہ خدمت کی ہے۔ چند سال بیشتر جب ہم حضرت شیخ الحدیثؒ پر ''الحق'' کا خصوصی شمارہ شائع کررہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اکوڑہ خٹک اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے مولد و مدفن کے حوالے سے تاریخ لکھیں، چنانچہ انہوں نے بغیر حیل و حجت کے ایک مفصل تاریخ لکھی اور بعد میں اس میں کچھ مزید اضافہ جات کرکے مستقل کتابی شکل میں شائع کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کے ساتھ آپ کو عشق تھا۔ جب پروفیسر صاحب پر پہلی بار مرض کا شدید حملہ ہوا ہم ان کی عیادت کے لئے ہسپتال گئے تو اسی حالت میں آپ نے کہا کہ مولانا! میری اب صرف دو حسرتیں ہیں، وہ پوری ہو جائیں تب مجھے موت آجائے۔ ایک سیرت النبیؐ پر میں نے کتاب شروع کی ہے وہ مکمل ہو جائے اور دوسری حضرت شیخ الحدیثؒ پر سوانح عمری۔ الحمدللہ آپ کی دعائیں قبول ہوئیں۔ سیرت النبیؐ پر تو کتاب چھپ کر آگئی ہے البتہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر کتاب آپ نے مکمل کرنے پر میرے حوالے کردی تھی لیکن کچھ ایسے حالات پیش آئے جس کی وجہ سے اس کی اشاعت آپ کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے۔ آپ دین کے سچے خادم تھے۔ اب یہی خدمات اور دین کے ساتھ والہانہ وابستگی آپ کے کام آئے گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ان کے فیوضات سے دنیا کو مالا مال فرمائے۔ امین

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنیؒ کی رحلت

موجودہ سال کو اگر عام الحزن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس سال بڑے بڑے حادثات کا امت مسلمہ کو سامنا ہے۔ ہر روز ایک نئی افتاد، امتحان اور افسوسناک خبروں کے ساتھ واسطہ ہے۔ آج ہی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحبؒ بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرتؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ نے انہیں بہت علم اور بڑا قلم دیا تھا۔ عمر بھر علم وعمل تصنیف وتالیف اور زہد وتقویٰ میں مصروف رہے اور زندگی کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں بسر کیا۔ یہی ان کی زندگی کی بڑی خواہش تھی کہ اسی شہر مقدس میں موت آئے سو اللہ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کردی اور اب شہر حبیبؐ مدینہ منورہ میں محو استراحت ہیں۔ سبحان اللہ زندگی بھی لائق تحسین اور موت بھی قابل رشک۔

ع　اسی کو موت کہتے ہیں تو یارب بار بار آئے۔　حضرتؒ کے علمی مضامین ''الحق'' اور دوسرے مجلات میں برسوں شائع ہوتے رہے ہیں۔ وہ اپنے بہترین مشوروں اور دعاؤں پر مشتمل خطوط سے حضرت والد صاحب مدظلہ کو نوازتے رہے۔ ادارہ ان کے پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے اور رفع درجات کیلئے دعاگو ہے۔